رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ؕ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

فہرست مضامین

جلد ۴ | ۱۰۔ اکتوبر سنہ ۱۶ء | سہ شنبہ | مطابق ۱۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۴ھ | نمبر ۲۸

مدینۃ المسیح

یہاں عید اضحٰی ۹۔ اکتوبر کو ہوئی۔ نماز عید عیدگاہ قدیم میں جہاں سائبانوں سے سایہ اور دریوں وغیرہ سے فرش کیا گیا تھا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی نے پڑھائی اور نہایت پر لطف اور سبق آموز خطبہ فرمایا جسے ہم انشاء اللہ عنقریب شائع کرنے کی کوشش کریں گے لیکن جو لطف حضور کے منہ سے سننے میں آتا جو اثر اپنے کانوں سننے سے ہو سکتا ہے۔ وہ تحریر میں کہاں قائم رہ سکتا ہے۔ اس لئے ہم اس بات پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اسدفعہ بیرونی احباب نے شرکت نماز عید کے لئے بہت کم کوشش کی ہے۔ حالانکہ وہ نہایت آسانی اور سہولت سے شامل ہو سکتے تھے۔ ہاں ہمارے لئے یہ بات بہت خوش کن اور فرحت افزا تھی۔ کہ کالج سٹوڈنٹ نوجوان بتعداد کثیر تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہمارے نوجوانوں میں مرکز احمدیت کی ایسی کشش اور جذبہ کا پایا جانا ایک مبارک فال ہے اور ہماری دعا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس نئی پود کو جماعت احمدیہ کیلئے بابرکت بنائے۔

اخبار احمدیہ

پیغامی واعظین کی دہوکہ بازیاں

راقم مفتی محمد صادق صاحب اور مولنا سید سرور شاہ صاحب کے ہمراہ بغرض تبلیغ احمدیت مظفر آباد پہونچے۔ جہاں جناب علی گوہر خان صاحب تحصیلدار اور دیگر لوگوں کو متفرق طور پر تبلیغ کی گئی۔ وہاں ڈاکٹر محمد حاذق صاحب احمدی سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور ان سے معلوم ہوا۔ کہ پیغامی واعظ میر مدثر شاہ صاحب نے بہت سی فریب دہی سے کام لیکر اور احمدیان قادیان کی طرف غلط عقائد منسوب کرکے ڈاکٹر صاحب سے کوئی تحریر لی تھی۔ جب ہم نے ڈاکٹر صاحب کو اپنے عقاید حضرت مسیح موعود کی تحریروں اور حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کی کتاب سے دکھائے۔ تو وہ بہت حیران ہوئے۔ اور انھوں نے ہمارے عقاید کے ساتھ اتفاق کا اظہار کیا۔ چنانچہ مسئلہ نبوت اور خلافت کے بارے میں ہم نے ایک مختصر تحریر کی۔ اور اسی پر ڈاکٹر صاحب نے اپنی رائے بھی لکھی۔ ہماری تحریر اور ڈاکٹر صاحب کا دستخطی بیان ہر دو پبلک کے فائدہ کے واسطے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

ہماری تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً

حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نبی اللہ تھے۔ اور آپ کے علاوہ امت محمدیہ میں اور کوئی ولی یا مجدد یا محدث نبی نہیں ہوا۔ اور خدا کی طرف سے یہ نبی کا خطاب صرف برائے نام نہ تھا۔ بلکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

کا دیا ہوا خطاب حقیقی ہوتا ہے۔ اور پہلے انبیاء کو ملا ایسا ہی حقیقی ہے۔ ہاں حضرت مرزا صاحب صاحبِ شریعت نبی نہ تھے۔ اور نہ بلا واسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے بلکہ تابع شریعت محمدی تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے واسطہ سے انہوں نے خدا کی طرف سے یہ سب کچھ پایا پس ان معنوں کے رو سے وہ ظلی اور مجازی نبی تھے جیساکہ خود انہوں نے اس اصطلاح کو قائم کیا۔ اور حضرت مسیح موعود کی وصیت کے مطابق خلافت کا قیام جماعت کے اتحاد و انتظام و ترقی ظاہری باطنی و دیگر امور کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ خدا نے خلیفہ اول حضرت مولنا نورالدین صاحب کو بنایا۔ اور خلیفہ ثانی حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کو بنایا۔ جن کی اطاعت سب کی جماعت پر اس وقت واجب اور فرض ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جو کوئی اس کے برخلاف ہماری طرف منسوب کرے۔ وہ بہتان ہے۔

(دستخط) محمد صادق عفی اللہ عنہ (دستخط) محمد سعید سعدی

مظفر آباد ۳۰۔ ستمبر سنہ ۱۶ء

(نوٹ۔ چونکہ مولانا سید صاحب اس تحریر سے قبل اپنے وطن چلے گئے تھے۔ اسواسطے صرف ہم دونوں کے دستخط ہوئے)

تحریر ڈاکٹر محمد صادق صاحب میں مندرجہ خیالات میں جناب مسٹر محمد سعید صاحب

سعدی و جناب مفتی محمد صادق صاحب کے ساتھ بڑے زور کے ساتھ متفق ہوں۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ مولنا سید مدثر شاہ صاحب بحیثیت جناب مولوی محمد علی صاحب امیرِ فاتحہ قوم نے میرے ساتھ سخت دہوکہ دہی سے کام لیا۔ اور غلط خیالات جناب حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے بارے میں اور جناب حضرت صاحبزادہ صاحب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے بارے میں ظاہر کرکے اپنا فائدہ اٹھایا۔ میں ضمیمہ یہ تحریر لکھ کر عرض کرتا ہوں۔ کہ واقعہ میں اگر مولانا سید مدثر شاہ صاحب حق کو کامل طور پر ظاہر کریں یا کرتے۔ تو مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص ان کے فریب میں آجاوے۔ میرے خیال ناقص میں مجھے کامل امید ہے۔ کہ مولانا صدیق مہاجر صاحب حیدر آباد دکن اور مولوی محمد علی صاحب کے ٹائپ رائیٹر قرآن شریف بھی ایمان سے میری اس تحریر کو دیکھ کر سچ سچ کا اقرار کریں گے۔ کہ کیا مولانا سید مدثر شاہ صاحب حق کی گفتگو کرتے ہیں؟ اور جناب مرزا صاحب کے مشن کو عام لوگوں میں ایمانداری کے ساتھ پھیلاتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب مرحوم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور ہر ایک احمدی کے متعلق جب تک آپ کے منہ سے ہرزہ بازی کا کلمہ نہ نکلے۔ تب تک آپ کو خاموش رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اخیر میں میں جناب سید مدثر شاہ صاحب سے بھی التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ اس خیال میں میرے ساتھ متفق ہیں۔ یا نہ ہوں۔ میں دل کے ساتھ اور دست بستہ عرض کروں گا۔ کہ ایسے لکچرار کا احمدی لٹریچر کی اشاعت یا وعظ کے لئے مقرر کرنا میں ایمان سے کہتا ہوں۔ کہ احمدیت کی جڑ کھودنا ہے اور میری بھی جناب مولوی صاحب محمد علی سے بھی گذارش ہے۔ کہ وہ ایسے جھوٹے لکچرار سے احمدیت کو خلاص کر دیوے۔ جس کی جھوٹی گفتگو کا بعد میں یہ نتیجہ ہوا۔ کہ حق بھی بندہ کو ملگیا۔ اور باطل سید مدثر شاہ صاحب کے ساتھ رہا۔ ...... سید مدثر شاہ کی غلط بیانی کا اظہار مجھ پر جیسے ہوا۔ اسی طرح امید ہے۔ کہ میرے دوسرے بھائی بھی اس شخص کی غلط بیانی سے بچکر رہیں گے۔ گویا ایسے لکچراروں کے ساتھ بات کا کرنا وقت کا ضائع کرنا اور ایمان کا کھونا ہے۔

ڈاکٹر محمد صادق ویٹرنری آفیسر ضلع مظفر آباد

۱۶۔ اسوج سمت ۷۳ بکرمی

یہ ڈاکٹر صاحب کی دستخطی تحریر ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی ایک تحریر ڈاکٹر صاحب نے دی ہے۔ جو حسب ضرورت انشاء اللہ شائع کی جائے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی فرمایا۔ کہ میر مدثر شاہ نے کہا۔ کہ میں مولوی محمد علی کو امیر قوم تسلیم نہیں کرتا۔ اور کہ مولوی نورالدین صاحب کو کسی غلط فہمی سے خلیفہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اور کہ بہتر ہوتا۔ کہ بجائے مولوی محمد علی کے مولوی غلام حسین صاحب کو انجمن کا پریزیڈنٹ بنایا جاتا۔

غرض اس قسم کی کئی ایک باتیں ان پیغامی واعظین کی دروغگوئیوں کی اس سفر میں معلوم ہوئی ہیں۔ جن کا اظہار حسب ضرورت بعد میں کیا جائیگا۔ مگر سردست ایک بات کا لکھنا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ سید مدثر شاہ نے مولوی محمد علی صاحب کے مناقب میں ایک یہ بات بھی عبدالرحیم خانصاحب سے بیان کی۔ کہ مولوی محمد علی صاحب قادیان میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔ حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے۔ قادیان میں رہنے والے اور وہاں جانے والے لوگ خوب جانتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود نے یا حضرت خلیفہ اول نے کبھی مولوی محمد علی صاحب کو یہ عزت نہیں دی۔ کہ وہ نماز میں پیش امام ہوں۔ یا خطبہ پڑھیں۔ یا درس قرآن شریف دیں۔ یا کسی کو قرآن شریف پڑھائیں۔

خاکسار سعدی

انوارِ خلافت کے متعلق اطلاع

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی کی سالانہ جلسہ ۱۵ء کی تقاریر جو "انوار خلافت" کے نام سے چھاپی گئی ہیں۔ ان کے متعلق جن احباب کی درخواستیں دفتر میں پہونچ چکی ہیں انہیں اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ انشاءاللہ بہت جلدی انکی خدمت میں ارسال ہونگی۔ چونکہ احباب نہایت شوق کے ساتھ انکا انتظار کر رہے ہیں۔ اسلئے یہ اطلاع دینا ضروری سمجھا گیا ہے۔ ورنہ ممکن ہے کہ یہ اطلاع ان تک پہونچے۔ اور یہاں سے "انوار خلافت" ان کی خدمت میں روانہ ہوجائے۔ (مینیجر)

یسرنا القرآن

اب جو یسرنا القرآن چھپا ہے اسکی قیمت فی جلد ۲ر ہے اور دفتر ریویو آف ریلیجنز قادیان کے پتہ سے ملتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی

الفضل

قادیان دارالامان - ۱۰ - اکتوبر ۱۹۱۶ء

اسلام کو بدنام کرنیوالے علماء

نمبر (۱)

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ کہ ہم نے ایک خاتون کی تحریک سے انجمن مستشار العلماء لاہور کے اس فتویٰ کے متعلق جو زوجہ معلقہ کے متعلق تھا۔ کہ "حنفی مذہب میں عورت کو اس مصیبت سے بچنے کے لئے کوئی راہ نہیں۔ تفصیل کے ساتھ لکھا تھا کہ یہ فتوے محض اسلام کی ناواقفیت کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ اسلام اس کا ذمہ وار نہیں ہے۔ ہمارے اس لکھنے کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ اکثر غیر احمدی اخبارات نے اس مسئلہ کے متعلق اپنے صفحات میں اس بحث کو اٹھایا۔ اور اپنے علماء کی غلطی اور عدم واقفیت اسلام کا اعتراف کرتے ہوئے ہماری تائید کی۔ اور اس بحث کو اس بات پر ختم کیا۔ کہ "اگرچہ حنفی مذہب کا فتوے وہی ہے۔ جسکے مطابق ایسی عورت کو اس مصیبت سے بچنے کے لئے کوئی راہ نہیں۔ لیکن مشائخ کبار حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ بحکم ضرورت دوسرے ائمہ مذہب واجتہاد پر بلا تامل عمل کر لینا چاہیئے اسلئے فقہا حنابلہ کے مذہب کے مطابق اس صورت میں فسخ نکاح ہو سکتا ہے۔"

اسطرح اس ندامت اور شرمندگی کو مٹایا گیا تھا۔ جو حنفی مذہب کے مطابق زوجہ معلقہ کے متعلق فتویٰ دینے سے انکے علماء کو لاحق ہوئی تھی۔ لیکن ایک مفتی صاحب نے جن کا نام عبد القادر ہے۔ اور جو مدرسہ غوثیہ لاہور کے مدرس ہیں۔ زوجہ مفقود الخبر کے متعلق خبر دیتے ہوئے اس پردہ کو بھی چاک کر دیا ہے۔ جسکے نیچے انکی خجالت اور شرمندگی پوشیدہ تھی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"کسی مذہب کے مقلد کو اپنے مذہب کی تقلید چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ مالکی اپنے مذہب کے مطابق فتوے دینگے۔ شافعی، حنبلی اپنے مذہب کے موافق کام کرینگے۔ ہم حنفی اپنے امام کی پیروی کرینگے۔"

اس سے ثابت ہوا۔ کہ زوجہ معلقہ کے متعلق حنفی مذہب کا جو یہ فیصلہ ہے کہ "اسکے لئے نجات کی کوئی راہ نہیں" یہی درست ہے۔ اس فتوے کی وجہ سے خواہ اسلام پر مخالفین اسلام کے کیسے ہی زبردست اعتراض کیوں نہ پڑیں۔ اور اسلام کیسا ہی ظلم اور مصیبت کا مذہب کیوں نہ ثابت ہو۔ ان حنفی علماء کو کوئی پرواہ نہیں وہ اپنے امام کا فتوے ہی مانینگے۔ اور اسلام کے صریح اور صاف احکامات کو پس پشت ڈالنے میں ذرا بھی دریغ نہ کرینگے فو العجب!

ہم اس فتوے کے متعلق اپنے اخبار میں کافی بحث کر چکے ہیں۔ اور وضاحت کے ساتھ اس بات کو ثابت کر آئے ہیں کہ اسلام ہرگز اس فتوے کا ذمہ وار نہیں۔ بلکہ وہ بڑے زور سے اسکی تردید کرتا ہے کہ عورت کو معلقہ رکھا جائے۔ اسلئے یہاں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک اور تازہ فتوے کے متعلق کچھ لکھا جائیگا۔ جو کہ اسلام کے صاف وشفاف چہرہ پر اسی طرح کا بدنما داغ ہے۔ جسطرح زوجہ معلقہ کے متعلق فتویٰ تھا۔ اور وہ فتوے یہ ہے کہ:۔

"مفقود الخبر کی زوجہ کا نکاح بروایت مفتیٰ بہ ۱۲۰ برس کے بعد ہوگا۔ ایک روایت میں ۹۰ سال ہیں۔ احتیاط اس میں ہے کہ ازید لیا جائے۔ (یعنی ۱۲۰ برس کے بعد ہی اس کا نکاح ہونا چاہیئے) تاکہ اختلاف رفع ہو جائے۔ اس مدت سے پہلے ہرگز نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔"

پیسہ اخبار ۲۱ ستمبر ۱۹۱۶ء

اس فتویٰ کو پڑھو۔ اور مسلمانوں کے علماء کی حالت زار پر افسوس اور حسرت کے آنسو بہاؤ۔ کہ یہ لوگ کس بے دردی اور بے پرواہی سے اسلام کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں۔ اور مخالفین اسلام کے لئے اسے محل اعتراض بنا رہے ہیں۔ ایک ایسی عورت جس کا خاوند لاپتہ ہو چکا ہے۔ اور وہ بدقسمتی سے مسلمان ہے اور مسلمان بھی حنفی المذہب وہ خواہ کیسی ہی مصیبت اور تکلیف میں کیوں نہ ہو۔ کھانے کے لئے ایک پیسہ اور پہننے کے لئے ایک کپڑا بھی نہ رکھتی ہو۔ دیگر ضروریات زندگی کے پورا کرنے کے لئے اسکے پاس کوئی سامان نہ ہو۔ تو بھی اسے کہا جاتا ہے کہ تم ایک سو بیس سال اپنے خاوند کے لئے جو اسے اپنا پتہ تک بتانے کا روادار نہیں چشم براہ رہو۔ اگر تمہارے پاس کھانے کو نہیں تو بلا سے نہ ہو۔ اگر پہننے کو نہیں تو بلا سے تم ہو۔ اگر تمہاری دیگر ضروریات کا کوئی انتظام نہیں تو بلا سے نہ ہو۔ لیکن یہ تمہارے لئے کسی صورت میں بھی جائز نہیں کہ آٹھوں پہر اپنے مفقود الخبر خاوند کے ظلم وستم کی یاد کو تازہ نہ رکھو۔ اور یہ ایک سال کے لئے نہیں۔ دو دن کے لئے نہیں۔ ایک سال کے واسطے نہیں دو سال کے واسطے نہیں۔ بلکہ پورے ایک سو بیس سال تک۔

مسلمانو! اپنے علماء کی اس ستم روائی کو دیکھو۔ جو ایک کمزور اور ناتوان فرقہ پر انکی طرف سے روا رکھی جا رہی ہے اور پھر اپنے ایمان سے کہو۔ کہ کیا وہ اسلام جسمیں یہ حکم ہو تم اسکے حلقہ بگوش بنکر دنیا کو اپنا منہ دکھلانے کے قابل رہ سکتے ہو۔ آہ! کیسا رونے کا مقام ہے

اس گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے

اسلام پر کیسا نازک وقت ہے۔ غیر تو غیر اپنے ہی اس سے وہ سلوک کر رہے ہیں۔ جسکی دشمنوں سے بھی کم ہی توقع ہو سکتی ہے۔ کیا اب بھی اس بات کی ضرورت نہیں کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی ایسا انسان آئے۔ جو آکر اسلام کی حفاظت کرے۔ خدا تعالےٰ نے تو ضرورت وقت کے لئے اپنے برگزیدہ حضرت مسیح موعود کو بھیجدیا۔ لیکن افسوس کہ غفلت کے متوالوں اور ناراستی سے پیار کرنے والوں نے اس سے کچھ نہ حاصل کیا۔

کیا یہ ظلم اور صریح ظلم نہیں کہ ایک بیچاری عورت کو اس جرم میں زندہ درگور کر دیا جائے کہ وہ حنفی المذہب ہے۔ اور اسکی تکالیف اور مصائب کا کچھ بھی خیال نہ کیا جائے۔ ہمیں تو ان علماء پر دہ زہ کر افسوس آتا ہے جو کہتے ہیں کہ مفقود الخبر کی عورت کو ایک سو بیس سال تک انتظار کی ناقابل

برداشت زحمت گوارا کرنی چاہیئے۔ اس سے پہلے پہلے ہرگز اس کا نکاح فسخ نہیں ہو سکیگا۔ کیا انہیں یہ بات اس زمانہ میں شائع کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ جبکہ اول تو یہی شاذ و نادر ہے۔ کہ کوئی عورت اکسو بیس سال کی عمر پاسکے اور اگر کوئی اس عمر تک پہنچتی بھی ہے۔ تو کیا کوئی عقلمند خیال کر سکتا ہے۔ کہ اسکے قویٰ اس قابل رہتے ہیں کہ نکاح کر سکے۔ عورت تو وہ کمزور الجسم اور نحیف الجثہ خلقت ہے۔ کہ ایک معمولی عرصہ کا غم والم بھی اسے عالم شباب میں نمونہ پیری بنا دے سکتا ہے۔ پھر کہاں ایک صدی پر بھی بیس سال زائد کے غیر معمولی عرصہ کا غم واندوہ +

کاش! اگر یہ علماء اس قسم کا فتوے دینے کی بجائے خاموشی اختیار کرتے۔ تو آج ہمیں انکے اس مضحکہ خیز فتوے پر رنج والم کے آنسو بہانے پڑتے +

اسلام اس قسم کے فضول اور لایعنی فتووں سے بری الذمہ ہے۔ اور آئندہ انشاء اللہ ہم بتائینگے۔ کہ ایسے معاملات میں اسلام کی کیا تعلیم ہے +

شراب کی بندش کی کوشش۔

شراب جس کا نام ہی اسکے نقصانات کی تفصیل کرنے کے لئے کافی جامعیت رکھتا ہے یعنی شر آب شر کا پانی۔ اسکے استعمال سے نہ صرف انسان کی صحت اور تندرستی ہی برباد ہو جاتی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات وہ ایسے قبیح افعال کا مرتکب بھی ہوتا ہے۔ کہ جن کی وجہ سے وہ بہائم سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔ لیکن باوجود اسکے اس زمانہ میں جس کثرت سے اس کا استعمال کیا جاتا ہے اسکی نظیر کسی گذشتہ میں تلاش کرنا عبث ہے۔ اور خاص کر اہل مغرب تو اسے خوراک کی طرح ضروری سمجھتے اور پانی کی طرح پیتے ہیں۔ لیکن خدا کی قدرت موجودہ جنگ یورپ جہاں دنیا کے لئے بہت سی مشکلات اور مصائب کا موجب ہو رہی ہے۔ وہاں بعض فوائد بھی پہنچا رہی ہے۔ چنانچہ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ اہل یورپ نے شراب کے استعمال کو بہت کم کر دیا ہے۔ اور بعض حکومتوں نے تو اس کی خرید و فروخت کو باوجود کروڑوں روپیہ نقصان اٹھانے کے گھٹا دیا ہے۔ اب یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ کہ عوام الناس بھی اسبات کے لئے کوشش کر رہے ہیں کہ شراب کے استعمال کی بندش کر دیجائے چنانچہ حال ہی میں وزیر اعظم برطانیہ کی خدمت میں ۲ لاکھ آدمیوں نے اپنے دستخطوں سے ایک میموریل پیش کیا ہے۔ جو ۱۱ میل لمبا اور ۲۸ من وزنی ہے۔ اس میں التجا کیگئی ہے۔ کہ دوران جنگ میں اور جنگ کے خاتمہ کے چھ ماہ بعد تک شراب کی درآمد و برآمد کو روک دیا جائے +

ہم یہاں اسبات پر بحث نہیں کرینگے کہ کیوں باوجود اس قدر لمبا چوڑا میموریل تیار کرنے کے صرف چھ ماہ کے لئے بندش شراب کی خواہش کیگئی ہے۔ وہ چیز جس کے نقصانات سے آگاہ ہو کر بند کرانے کی کوشش کیگئی۔ چھ ماہ کے بعد مفید اور فائدہ رساں نہیں ثابت ہو سکتی۔ کیوں نہ ایسا کیا گیا کہ اسکے بالکل ہی بند کروانے کے لئے سعی کی جاتی۔ ہاں ہم یہ بتائینگے۔ کہ وہ اسلام جسکے پختہ اور مفید احکام پر اہل مغرب ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ اس نے اس ام الخبائث کو صرف انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ۔ کہہ کر ایسا رد کر دیا۔ کہ ہر ایک سچا مسلمان اسکے نام تک سے نفرت کرتا ہے۔ اب اہل مغرب کو اسکے تدارک کے لئے ۱۱ میل لمبا اور ۲۸ من وزنی میموریل تیار کرنا پڑا اور ابھی یہ حقیقت ہے۔ کہ صرف چھ ماہ کے لئے شراب کے روکنے کی درخواست کیگئی ہے اور درخواست کا منظور ہونا بھی کوئی یقینی امر نہیں ہے۔ کیا یہ اسلامی احکام کی صداقت کی زبردست دلیل نہیں ہے۔ کہ وہ بات جس کا اس نے چند لفظوں میں فیصلہ کر دیا۔ اسکے لئے اسقدر وزنی اور اتنا لمبا چوڑا میموریل تیار کرنا پڑا۔ خدا نے ایسے اسباب پیدا کر رکھے ہے۔ کہ جن سے اسلام کی صداقت آشکارا ہو۔ مبارک ہے۔ وہ جو فائدہ اٹھائے +

جنگ ہر صورت میں ناجائز نہیں

اسلامی جنگوں کی نسبت جو ناجائز طور پر ہوئیں۔ یا ایسے وقت میں جبکہ سوائے جنگ کرنے کے اور کوئی چارہ اصلاح نہ رہ گئی تھیں۔ بڑے زور شور سے اس قسم کے اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ تہذیب اور اخلاق کے خلاف کیگئی ہیں۔ اور اسطرح اسلام کو ایک جابر اور ظالم مذہب ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ لیکن وہ لوگ جنکے دل و دماغ تعصب کے غبار سے پاک و صاف ہیں۔ وہ ہرگز اس قسم کی جنگوں کو ظلم اور ستم نہیں قرار دیتے۔ اور وہ لوگ جو ہر صورت میں جنگ کرنا ایک ظلم اور ناروا فعل سمجھتے ہیں۔ انکی رائے کی بڑے زور سے تردید کرتے ہیں۔ چنانچہ اسکی تازہ مثال یہ ہے۔ کہ بمبئی ہائیکورٹ کے ایک نامور جج مسٹر بیمن نے موجودہ جنگ کے متعلق "جنگ پر اخلاقی حیثیت سے ایک نظر" کے عنوان سے ایک گجراتی اخبار "سانج ورتمان" میں لکھا ہے کہ:۔

"وہ لوگ جو ہر صورت میں امن و صلح کو بہتر سمجھتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ غلطی پر ہیں بلکہ وہ نہایت کمینہ خیال کے لوگ ہیں۔ اور انکے ساتھ انتہا درجہ کے پست ہمت ہیں"

جنگ کے متعلق یہ ایک معزز اور نامور انگریز کی رائے ہے اسکو مدنظر رکھ کر ان لوگوں کو سوچنا چاہیئے۔ جو مسلمانوں کو باوجود دشمنوں سے سخت سے سخت نقصان اٹھانے اور جنگ کئے جانے کے یہ اجازت نہیں دیتے کہ وہ بھی اپنا بچاؤ کرتے۔ اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر اٹھتے۔ یا انکی شرارتوں اور فسادوں کا قلع قمع کرنے کے لئے آمادہ پیکار ہوتے۔ امید ہے کہ انصاف پسند طبائع کے لئے اب کسی قسم کا اعتراض اسلامی جنگوں کے متعلق نہیں رہیگا۔ اور نہ وہ اسلام کو امن شکن مذہب سمجھیں گے۔ کیونکہ واقعہ میں اسلامی جنگیں شر و فساد کے دور کرنے اور امن پھیلانے کی غرض سے کیگئی تھیں۔ اور اس صورت میں جنگ کرنا کوئی ناروا بات نہیں ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ جمعۃ المبارک

اولی الامر منکم کی اطاعت فرض ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی ثانی ایدہ اللہ

فرمودہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۶ء

ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہٖ۔ ان اللہ کان سمیعا بصیرا۔ یا یھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذالک خیر واحسن تاویلا۔ (۴-۶۱-۶۲)

کسی قوم کی تباہی کے اسباب

کسی قوم کی تباہی اور ہلاکت عام طور پر ان اندرونی اسباب کے ذریعہ ہوتی ہے۔ جو خود اس میں پیدا ہو جاتے ہیں بیرونی سامانوں سے قوموں کا تباہ ہونا بہت کم پایا جاتا ہے۔ اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوا ہے۔ کہ کوئی قوم واقعہ میں طاقتور اور مضبوط ہو۔ لیکن اس کے خلاف اس سے زیادہ طاقتور قوم زیادہ ساز و سامان کے ساتھ کھڑی ہو گئی ہو۔ اور اس نے اس کی طاقت کو توڑ دیا ہو۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے۔ کہ اسی وقت کوئی قوم تباہ اور برباد ہوتی ہے۔ جبکہ خود اس کے اندر کمزوریاں اور بدیاں پیدا ہو گئی ہوں۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ایسے اوقات میں بیرونی سامان بھی اس کی تباہی کے ممد اور معاون ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ کامیاب تب ہی ہوتے ہیں۔ جبکہ اندرونی سامان اس قوم کو گھن کی طرح کھا چکے ہوتے ہیں۔ اور وہ کھوکھلی اور ناطاقت ہو چکی ہوتی ہے اس کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے۔ کہ ایک شخص ایک ایسے درخت کے سہارے کھڑا ہو جس کو گھن کھا چکا ہو۔ اور وہ گر جائے۔ وہ درخت گرا تو اس کے سہارا لینے سے ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اس کے گرنے کا اصل باعث اس شخص کا سہارا لینا نہیں۔ بلکہ وہ گھن ہے۔ جو اُسے اندر ہی اندر کھا چکا ہے اگر اسے گھن نہ کھا چکا ہوتا۔ تو سہارا چھوڑ اگر وہ شخص زور بھی لگاتا۔ تو بھی نہ گرتا۔ مگر گھن کے کھا جانے کی وجہ سے محض سہارا لینے سے ہی گر گیا۔ اسی طرح لوگ چھتیں ڈالتے ہیں۔ اور گرمی کے موسم میں ان کے اوپر جا بیٹھتے ہیں۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے۔ کہ تمام چھت پر آدمی ہی آدمی بیٹھے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ان کے بوجھ کو سہارے رہتی ہے۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی آدمی کے بوجھ سے اسمیں سوراخ ہو جاتا ہے کیوں اسلئے کہ گھن کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکی ہوتی ہے۔ اس سوراخ کے ہونے کا باعث تو اسی آدمی کا بوجھ ہوا۔ جو چھت کے اوپر چڑھا تھا۔ مگر وہ چھت پہلے سے ہی اس انتظار میں تھی۔ کہ مجھ پر اس کا بوجھ پڑے۔ اور میں گروں۔ یہی حال قوموں کا ہوتا ہے +

اپنی کمزوری دشمن کو حملہ آور ہونے پر آمادہ کرتی ہے

ہمیشہ وہی قومیں گرتی ہیں۔ کہ جن کو اندر ہی اندر گھن کھا چکا ہوتا ہے۔ اور باہر سے حملہ کرنے والا ان کے گرانے کا باعث بن جاتا ہے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں۔ کہ فلاں قوم پر فلاں نے حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا۔ مگر وہ نہیں جانتے۔ کہ وہ قوم پہلے سے ہی تباہ ہونے کو تیار بیٹھی تھی۔ اور اس بات کا ثبوت اسطرح بھی مل سکتا ہے کہ اس قوم کا کامیابی کے زمانہ سے مقابلہ کر کے دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ جوش وہ اتحاد اور وہ سامان جو اس وقت اسے حاصل تھے۔ وہی تباہی کے وقت بھی اس کے پاس موجود تھے یا نہیں۔ اگر ویسے ہی موجود ہوں۔ اور پھر کوئی قوم اسپر حملہ آور ہو کر اسے تباہ و برباد کرے۔ تو کہا جا سکیگا۔ کہ دوسری قوم نے بڑی زیادہ طاقت اور کثرت سامان کے ذریعہ اسپر کامیابی حاصل کر لی ہے۔ لیکن اگر تباہ ہونے والی قوم میں وہ جوش وہ قوت اور وہ اتحاد نہ ہو۔ جو اس میں کامیابی کے زمانہ میں تھا۔ اور اس کے پاس وہ سامان موجود نہ ہوں۔ جن کے ذریعہ اس نے فتح حاصل کی تھی۔ اور پھر کوئی قوم اسے مغلوب کر لے۔ تو صریح طور پر معلوم ہوگا۔ کہ بیرونی قوم کا حملہ تو اس کی تباہی اور بربادی کے لئے ایک بہانہ ہی تھا۔ بلکہ اُس نے اسے اپنی کمزور اور ناتوان حالت سے خود یہ جرأت اور دلیری دلائی تھی۔ کہ وہ اسپر حملہ آور ہو۔ اگر اُسے یہ معلوم ہوتا۔ کہ وہ مضبوط اور طاقتور ہے۔ تو کبھی حملہ ہی نہ کرتی +

لکھا ہے۔ کہ حضرت علی رض اور حضرت معاویہ رض کی جنگ کے وقت ایک عیسائی سلطنت نے حضرت علی رض پر حملہ کرنا چاہا۔ اس کو حملہ کرنے کا خیال پیدا ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اس نے مسلمانوں کو کمزور سمجھا۔ ورنہ پہلے کی نسبت نہ اس کی طاقت بڑھ گئی تھی۔ نہ اس کے پاس سامان زیادہ ہو گیا تھا۔ اور نہ ہی مسلمانوں کی سلطنت چھوٹی رہ گئی تھی۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کو نااتفاقی کا گھن کھا رہا ہے۔ تو اُس نے حملہ کرنے کا ارادہ کر دیا۔ مگر دراصل وہ گھن اسی قسم کا تھا جو چھلکے کے اُوپر ہی اُوپر ہوتا ہے۔ نہ کہ اندر۔ اسلئے جب اس نے حملہ کا ارادہ کیا۔ اور اپنے مشیروں سے مشورہ لیا۔ تو ایک نے کہا۔ کہ آپ سمجھتے نہیں۔ یہ مسلمانوں کی حقیقی کمزوری کی علامت نہیں۔ اگر آپ ان پر حملہ آور ہوں گے۔ تو ضرور شکست کھائیں گے۔ چنانچہ جب حضرت معاویہ رض کو اس بات کا علم ہوا۔ تو انھوں نے اسے کہلا بھیجا۔ کہ ہم جو آپس میں لڑ رہے ہیں تو یہ شرعی مسائل کے متعلق لڑتے ہیں۔ تم اس سے یہ نہ سمجھنا۔ کہ ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اگر تم نے علی رض پر حملہ کیا۔ تو ان سے صلح کر کے سب سے پہلے جو تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے نکلیگا۔ وہ میں ہوں گا۔ اس کے بعد وہ عیسائی بادشاہ حملہ کرنے سے رک گیا۔

کیونکہ اس نے دیکھ لیا۔ کہ مسلمانوں کو گھن نہیں لگا ہوا لیکن اس کی حملہ کرنے کی خیالی جرأت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اس نے سمجھا۔ کہ مسلمان کمزور ہو گئے ہیں اور آپس میں جنگ و جدال کر رہے ہیں۔ تو دشمن جب کمزوری کی علامت دیکھتا ہے۔ تو حملہ آور ہونے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ حملہ کرنے سے رکا۔ تو اسلئے نہیں۔ کہ اس کی وہ فوج جس کے بھروسے پر اس نے حملہ کرنے کا خیال کیا تھا۔ وہ بھاگ گئی تھی۔ یا مری کے پڑنے سے ہلاک ہو گئی تھی۔ یا سامان حرب تباہ ہو گیا تھا۔ بلکہ اسلئے کہ اس نے دیکھ لیا۔ کہ مسلمانوں میں گھن نہیں ہے۔ تو جو قوم بیرونی دشمنوں کے حملوں سے ہلاک ہوا کرتی ہے۔ وہ وہی ہوتی ہے۔ جس کے اندر کمزوری اور ناطاقتی کی علامات پائی جاتی ہیں۔ انہیں کو دیکھ کر دشمن سمجھ لیتے ہیں۔ کہ یہ قوم آج بھی مٹی اور کل بھی مٹی۔ مگر اس خیال سے کہ اگر خود بخود مٹی۔ تو اس کے کھنڈرات سے کوئی اور قوم نکل آئے گی۔ جو اس کی جگہ قابض ہو جائے گی۔ اس لئے کیوں نہ ہم ہی اس کو مٹا کر اس جگہ پر قبضہ کریں جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ جنگل میں اگر لاوارث بکری مل جائے۔ تو اُسے کیا کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا۔ تم اسپر قبضہ کر لو۔ اگر تم قبضہ نہ کرو گے۔ تو اُسے بھیڑیا کھا جائے گا۔ یہی حال قوموں کا ہوتا ہے۔ جب کوئی قوم مٹنے کے بالکل قریب ہو جاتی ہے۔ تو کوئی دوسری قوم اٹھکر اسکا نام و نشان مٹا کر اپنا نام اس کی جگہ لکھ دیتی ہے۔ کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا۔ تو کوئی اور قوم ہو گی۔ جو ایسا کرے گی۔

مسلمانوں کی تباہی کے اسباب

تو سب سے زیادہ خطرناک حملہ جو کسی قوم پر ہوتا ہے۔ وہ اس کے اپنے اندرونی عیوب اور کمزوریاں ہی ہوتی ہیں مسلمانوں کی تباہی اور ہلاکت کی یہی وجہ ہوئی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ دشمن ان سے طاقتور تھے۔ اسلئے انہوں نے غلبہ پا لیا بلکہ اصل باعث یہی ہے۔ کہ مسلمانوں کی قوم کو اندر ہی اندر گھن لگ گیا تھا۔ اور وہ ایک کھوکھلے تنے کیطرح ہو گئی تھی۔ ایسی حالت میں جو بہت چھوٹے اور ذلیل دشمن تھے۔ وہ بھی آنکھیں دکھانے لگ گئے۔ مسلمانوں میں ایسی برائیاں اور کمزوریاں پیدا ہو گئیں۔ کہ جن کے ذریعہ دشمن نے محسوس کر لیا۔ کہ یہ آج بھی گئے۔ اور کل بھی اس لئے انہوں نے حملے کر کر کے ان سے ملک چھیننے شروع کر دئے۔

بظاہر تو مسلمانوں کے ممالک چھینے جانیکا باعث دشمنوں کے حملے تھے۔ لیکن دراصل اسکا سبب وہ اندرونی گھن تھا جس نے انہیں کسی کام کا نہ رہنے دیا تھا۔ چنانچہ ان گھنوں میں سے ایک گھن ایفائے عہد کا معدوم اور مفقود ہو جانا تھا۔ اس سے غدر اور بغاوت کی طرف ان کی بڑی توجہ بڑھ گئی۔ اور خیانت اور بد عہدی کی طرف ان کے دل مائل ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کا اعتبار اُٹھ گیا۔ اور ان میں کمزوری پیدا ہو گئی۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے ان کا آپس میں بھی ایک دوسرے پر اعتبار نہ رہا۔

ایک سے برائی کرنے والا دوسرے سے بھی کرتا ہے

جب کسی نے ایک سے دہوکہ اور بد عہدی کی۔ تو وہ دوسرے تیسرے اور چوتھے سے بھی ضرور کر سکتا ہے۔ اور جو ایک کے ساتھ دہوکہ کرنے سے بچتا ہے۔ وہ دوسرے تیسرے اور چوتھے سے بھی بچتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولکم فی القصاص حیاۃ۔ کہ قاتل کے قتل کرنے میں تمہاری زندگی ہے۔ حالانکہ مرنے والا تو مر گیا۔ اب اگر اس کے قاتل کو قتل کر دیا جائیگا۔ تو وہ تو زندہ نہیں ہو سکتا۔ پھر قصاص میں حیات کسطرح ہوئی۔ اسطرح کہ اگر آج تم ایک شخص کے قاتل کو پکڑ کر قتل نہ کرو گے۔ تو کل وہ تم میں سے کسی دوسرے کو قتل کر دے گا۔ اسلئے فرمایا۔ کہ قصاص میں زندگی ہے یعنی اگر قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا۔ تو وہ تم میں سے کسی اور کی زندگی کا خاتمہ کر دیگا۔ اس سے خدا تعالےٰ نے یہ سمجھایا ہے۔ کہ جو شخص ایک کام ایک جگہ کرتا ہے۔ وہ وہی کام دوسری جگہ بھی کریگا۔ اگر کسی نے خالد کے ہاں چوری کی ہو تو وہ بکر کے ہاں بھی کر سکتا ہے۔ اور اگر اس نے خالد سے غدر کیا ہے۔ تو وہ بکر کے ساتھ بھی کر سکتا ہے۔ پھر اگر ایک سے وفاداری کرتا ہے۔ تو دوسرے سے بھی کر سکتا ہے۔

اخلاقی جرم متعدی ہوتے ہیں

کیوں اس لئے کہ اس قسم کے اخلاقی جرم متعدی ہوتے ہیں۔ اور پھیل جاتے ہیں۔ متعدی سے ایک تو یہ مراد ہوتی ہے۔ کہ کوئی برائی ایک انسان سے دوسرے انسان میں سرایت کر جائے۔ لیکن یہاں متعدی سے میری مراد یہ ہے۔ کہ جس انسان کے ایک حصہ میں اس قسم کی بیماری ہوتی ہے۔ اس کے دوسرے حصہ میں بھی پہونچ جاتی ہے۔ مثلاً کوئی کہے۔ کہ اپنے ہم وطن لوگوں کے سوا دوسروں سے نفرت کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی ایسا کریگا تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ آہستہ آہستہ اپنے ہم وطنوں سے بھی نفرت کرنے لگ جائیگا۔ اور اسطرح وہ نفرت جو اس کے دل کے تھوڑے سے حصہ میں دوسرے لوگوں کے متعلق تھی۔ وہ زیادہ پھیل جائے گی۔ اس قسم کا انسان بہت خطرناک ہوتا ہے۔ اس سے جہاں تک ہو سکے۔ بچنا چاہیئے۔ اور یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس نے فلاں کو نقصان پہونچایا ہے مجھے تو نہیں پہونچایا۔ کیونکہ اس کی مثال ایسی ہی ہے۔ کہ ایک مکان کو آگ لگ رہی ہو اور اس کے پاس کے مکان والا کہے۔ کہ میرے مکان کو تو آگ نہیں لگی ہوئی۔ کہ میں اس کے بجھانے کی کوشش کروں۔ ایسا کہنے والا انسان نادان اور سخت نادان ہوگا۔ کیونکہ بہت جلدی وہ آگ اُس کے مکان تک پہونچ کر اُسے بھی جلا کر خاک سیاہ کر دیگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایک سے غداری کرتا ہے۔ تو دوسرے کو بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر اسے موقعہ ملا۔ تو مجھ سے بھی ضرور کریگا۔

بنی اسرائیل کو دیکھو۔ پہلے اس نے حکومت وقت سے غدر کیا۔ اور بادشاہوں کے مقابلہ پر کھڑی ہوئی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خدا کے مقابلہ پر بھی آمادہ ہو گئی۔

گناہوں کا جائز قرار دینے والے

یہ مرض اس وقت مسلمانوں میں بھی بہت پایا جاتا ہے۔ اور یہی ان کی تباہی اور ہلاکت

کا موجب ہو رہا ہے۔ وہ اپنے پاس سے مسائل گھڑ گھڑ کر گناہوں کو جائز کر لیتے ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں۔ کہ فلاں موقعہ پر جھوٹ بول لینا جائز ہو جاتا ہے۔ فلاں موقعہ پر بغاوت کرنا گناہ نہیں ہوتا۔ فلاں موقعہ پر بدعہدی جائز ہو جاتی ہے اسکا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ ان میں جھوٹ فریب۔ دغا اور غدر کی کوئی حد نہیں رہی۔ اور وہ اپنے خیال میں ایسی باتوں کو جائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بدی کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتی ہے۔ جھوٹ بہرحال جھوٹ ہی ہے۔ خواہ کسی وقت بولا جائے۔ اسی طرح غدر بہرحال غدر ہی ہے۔ خواہ کسی موقعہ پر کیا جائے۔ خیانت ہر وقت خیانت ہی ہے۔ خواہ کوئی کرے۔ اس میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ لیکن اب جا کر مسلمانوں سے پوچھو۔ یہی کہیں گے۔ کہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے دغا فریب کرنا جائز ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فرماتے۔ کہ امرتسر میں اہلحدیث میں سے ایک شخص تھا۔ اس کو میں نے ایک چونی دی۔ ۔۔۔ کہ دو آنے کی فلاں چیز لے آؤ۔ اور دو آنے واپس لے آنا جب وہ واپس آیا۔ تو دو آنے کی وہ چیز بھی لے آیا۔ اور چھ آنے بھی لا دئے۔ میں نے کہا۔ یہ کیا۔ چھ آنے کسطرح لے آئے ؟ اُس نے کہا میں نے ایک نہ روپے یہ چیز خریدی ہے اور اسی سے یہ پیسے بھی لے آیا ہوں۔ آپ لیجئے۔ حضرت مولوی صاحب نے کہا۔ اس نے تم کو کسطرح چھ آنے دے دئے۔ کہنے لگا۔ میں اسے خود لایا ہوں۔ وہ کہاں دیتا تھا۔ اسطرح کیا۔ کہ جب میں نے اس سے یہ چیز لے لی۔ اور چونی دیدی۔ تو اس سے ایک ایسی چیز مانگی۔ جو اُس نے اندر رکھی ہوئی تھی۔ وہ چونی کو صندوقچی کے اوپر ہی رکھ کر اس کے لینے کے لئے اندر گیا۔ اس کے اندر جانے پر میں نے چونی اٹھالی۔ جب وہ چیز لے کر واپس آیا۔ تو میں نے ناپسند کر دی۔ اور نہ خریدی۔ اس نے سمجھا۔ کہ میں نے جو چونی لی تھی۔ وہ صندوقچی میں ڈال لی تھی۔ اس لئے اس نے دونی نکال کر مجھے دیدی۔ اور میں لیکر چلا آیا۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے۔ میں نے اُسے کہا یہ کیا ؟ یہ تو فریب اور دھوکہ ہے کہنے لگا۔ وہ کافر دکاندار تھا۔ اور کافروں سے ایسا کر لینا جائز ہے۔ تو اسی قسم کے خیالات نے مسلمانوں کو دوسروں سے ناجائز افعال کرنے پر آمادہ کر دیا۔ لیکن اب جا کر دیکھ لو۔

کیا ایسے مسلمان نہیں ہیں۔ جو مسلمانوں سے ہی دغا اور فریب کرتے ہیں۔ پہلے انہوں نے یہ سمجھا۔ کہ کافروں سے ایسا کر لینا جائز ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آپس میں بھی ایک دوسرے سے ایسا ہی کرنے لگ گئے۔ کیونکہ ان کی ابتداء ہی غلط اور بیہودہ تھی۔ اور جب کوئی ایک سے فریب کرے گا۔ تو دوسرے سے بھی کرے گا۔ اور پھر وہ یہ نہیں دیکھے گا۔ کہ اس سے مجھے کچھ تعلق اور واسطہ ہے یا نہیں۔ بلکہ جہاں وہ عمدہ موقعہ پائیگا۔ وہیں اپنی عادت کو کام میں لے آئے گا۔

میں جب کشمیر گیا۔ تو وہاں ایک غالیچہ باف کو غالیچے بُننے کے لئے کہا گیا۔ اور قیمت پیشگی دیدی۔ غالیچہ کا طول و عرض سب اس کو بتا دیا گیا۔ ہم آگے چلے گئے۔ جب واپس آکر اس سے غالیچے مانگے۔ تو اس نے لپیٹے ہوئے ہمارے ہاتھ میں دیدئے۔ اور کہنے لگا۔ کہ اسی طرح بند کے بند ہی لے جاؤ۔ کھولو نہیں۔ لیکن اس کے بار بار اس بات پر زور دینے سے ہمیں خیال ہوا کہ کوئی بات ہی ہے۔ جب یہ کہتا ہے۔ کہ بند کے بند ہی لے جاؤ۔ اسلئے کھولکر دیکھنے چاہئیں۔ جب کھولے اور ناپے تو معلوم ہوا۔ کہ ایک ایک بالشت طول میں اور ایک ایک چپہ عرض میں کم تھے۔ ہم نے اُسے کہا۔ یہ تم نے کیا کیا۔ وہ کہنے لگا۔ جی ہم مسلمان ہوتے ہیں۔ میں اسے کہوں۔ کہ اسلام میں تو ایسا کرنا ناجائز ہے۔ پھر تم نے مسلمان ہو کر کیوں ایسا کیا۔ اسکا وہ یہی جواب دیتا رہا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ اس کہنے سے اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ اگر ہم مسلمان لوگ ایسا نہ کریں۔ تو ہمارا گذارہ نہیں ہوتا۔ تو اب مسلمانوں میں ہر ایک سے دھوکہ فریب دغا کرنے کی عادت ہی ہو گئی۔ جب انہوں نے دوسروں سے غدر کرنا سیکھا۔ تو اب اپنوں پر بھی اس کو استعمال کرنے لگ گئے۔ اسطرح ان کا نہ آپس میں اعتبار بھروسہ اور اطمینان رہا۔ اور نہ دوسروں کے نزدیک اور ان اخلاقی جرموں کی پاداش میں ان کی حالت اس قدر ذلت اور رسوائی کو پہونچ گئی۔ کہ اب کشمیر کی تجارت پہلے کی نسبت سینکڑوں گنا کم ہو گئی ہے۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو یہ بتائی گئی۔ کہ یہاں کے لوگ ناقص مال بنا کر بھیجتے تھے۔ جسکا آہستہ آہستہ یہ انجام ہوا۔ کہ لینے والوں نے مال کا لینا ترک کر دیا۔ اور جب مال نہ بکا۔ تو بنانے والوں نے بھی اس کام کو چھوڑ کر اور کام اختیار کر لئے۔ اور اسطرح تجارت کو زوال آگیا ؎

کسی قوم کا اعتبار کیونکر اُٹھ جاتا ہے

تو غدر۔ بے وفائی۔ بدعہدی کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ جب کوئی قوم ان جرموں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ تو دوسرے ہر وقت اس کی طرف سے چوکس اور ہوشیار رہتے ہیں۔ اور اسپر کبھی اعتبار اور بھروسہ نہیں کرتے۔ اسلئے وہ قوم گر جاتی ہے۔ اور دن بدن زیادہ ہی زیادہ گرتی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی تجارتیں حکومتیں۔ عزتیں سب انہی باتوں کی وجہ سے ضائع ہو گئیں۔ اور وہ ذلت اور رسوائی کی آخری حد کو پہونچ گئے۔ لیکن ان کے خیال سے یہ بات ابھی تک نہیں گئی۔ کہ کافروں سے غداری بدعہدی اور فریب وغیرہ ناجائز نہیں ؎

اولی الامر منکم کی اطاعت

اس زمانہ میں مسلمان بظاہر سارے کے سارے اپنے آپ کو گورنمنٹ کے بڑے وفادار اور ہمدرد ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن انہیں اندر سے دیکھو۔ تو چپکے چپکے یہ پھیلا رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو تو اولی الامر منکم کی اطاعت کا حکم ہے۔ نہ کہ دوسرے جو آکر حاکم بن جائیں۔ ان کی اطاعت کا بھی۔ یہاں میرے پاس ایک معزز غیر احمدی آیا۔ بڑی ثقہ صورت بنا کر کہنے لگا۔ مجھے آپ سے چند مسائل دریافت کرنے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہیئے۔ اُس نے قرآن کریم سے چند ایک جہاد کے متعلق آیتیں پڑھیں اور کہنے لگا۔ ان میں تو جہاد کا حکم ہے۔ اب کیا ہم مسلمانوں پر نفاق کا فتوےٰ تو نہیں عائد ہو رہا۔ میں نے سمجھا۔ کہ یہ میرا عندیہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اسے خوب کھول کھول کر بتایا۔ ایسے لوگ چونکہ ایمانی قوت نہیں رکھتے اسلئے بات اس رنگ میں کرتے ہیں۔ کہ اگر مشکل پیش آجائے۔ تو پہلو بدل سکیں۔ اسی طرح اس نے کیا۔ اگر وہ یہ سوال کرتا۔ کہ ان آیتوں میں جہاد کا حکم ہے پھر (۔۔)

جہاد کیوں نہیں کرتے۔ انہیں جہاد کرنا چاہیئے۔ تو پہلو بچانے کا اسے کوئی راستہ نہ تھا۔ لیکن اس نے اس سوال کو اس طریق سے کیا۔ کہ یہ جو جہاد کے متعلق آیات ہیں۔ ان کے کیا معنی ہیں۔ اور اگر ان کے یہ معنے ہیں۔ تو کیا ان کے خلاف کرنے والوں پر نفاق کا فتوے تو نہیں لگتا۔ مینے اسے ان آیتوں کے معنی سمجھائے۔ سنکر کہنے لگا۔ ہاں آپ کے کئے ہوئے معنی مجھے بہت پسند آئے ہیں۔ پہلے میں کچھ اور معنے سمجھے ہوئے تھا۔ تو عام مسلمانوں کا مذہب اور عقیدہ یہی ہے۔ کہ اسلام نے مسلمانوں کو مسلمان حکمران کی اطاعت کا ہی حکم دیا ہے۔ نہ کہ غیر مسلم سلطنت کا بھی۔ مگر ان سے پوچھو۔ کہ مسلمانوں نے مسلمان حکمرانوں کی کہاں اطاعت اور فرمانبرداری کی ہے۔ تم پر چونکہ مسلمان حکمران نہیں۔ اس لئے تم کہتے ہو۔ کہ مسلمان حکمران کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ نہ کہ کسی اور کی۔ لیکن یہ تو بتلاؤ۔ کہ ترک کمبخت کیا کر رہے ہیں۔ ان کے چھوٹے سے لیکر بڑے تک اور ادنی سے لیکر اعلیٰ تک تمام افسر ایسے ہی ہیں۔ کہ جنہوں نے قوم اور ملک کو تباہ اور برباد کر دیا ہے۔ وہ قوم قوم پکارتے ہیں۔ لیکن جسقدر ان کے ہاتھوں قوم کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ استقدر کسی اور نے بھی نہیں کی بات یہ ہے۔ کہ جب تک انسان پر کوئی بات آ نہیں پڑتی۔ اس وقت تک جو اسکا جی چاہے۔ دعوے کرے لیکن جب آ پڑتی ہے۔ تو سب دعووں کی حقیقت کھل جاتی ہے ؛

موجودہ مسلمان

اس وقت مسلمانوں کی عملی زندگی بتلا رہی ہے۔ کہ ان کے اخلاق بگڑ چکے اور جھوٹ۔ دغا۔ فریب اور بدعہدی کے جراثیم ان میں سرایت کر چکے ہیں۔ وہ غلط کہتے ہیں۔ کہ ہم دوسروں کی اطاعت نہیں کرتے اگر مسلمان حکمران ہوں۔ تو ان کی کریں۔ یہ کسی کی بھی اطاعت نہیں کریں گے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضؓ حضرت عمر رضؓ حضرت عثمان رضؓ حضرت علی رضؓ کی حکومت بھی ہوتی۔ اور یہی آجکل کے مسلمان ہوتے۔ تو ان سے بھی بغاوت اور بدعہدی ہی کرتے۔ خواہ کوئی حکمران ہوتا۔ یہ کسی کی بھی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرتے۔ کیوں؟ اسلیے کہ ان میں امانت دیانت۔ وفاداری اور اطاعت کا مادہ ہی نہیں رہا۔ اگر ان میں یہ مادہ ہوتا۔ اور یہ سچے دل سے مسلمان بادشاہوں کے وفادار اور اطاعت شعار ہوتے۔ تو ترکوں میں ایک سے ایک بڑھ کر غداری کرنے والے اور اپنے ملک اور قوم کو تباہ و برباد کرنے والے دکھائی نہ دیتے۔ بلغاریہ سے جب ترکوں کی لڑائی ہوئی۔ تو ترکوں کے بڑے بڑے افسروں نے سپاہ کو بجائے گولہ و بارود پہونچانے کے لکڑی کے بنے ہوئے کارتوس پہونچائے۔ پھر دشمن حملہ آور ہو رہا ہے۔ سپاہ لڑ رہی ہے۔ اور کئی دنوں سے لڑ رہی ہے۔ لیکن ذمہ وار آفیسر اس کے لئے کھانا نہیں بھیجتے۔ سپاہیوں کی بھوک سے یہ حالت ہو رہی ہے۔ کہ بندوقیں ہاتھوں سے گر گر جاتی ہیں۔ بھوک کے مارے ان سے سیدھا کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ لیکن اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور نہایت بے دردی سے دشمن کے ہاتھ سے بھوکی اور پیاسی سپاہ کو ہلاک اور تباہ کروا دیا جاتا ہے۔ کیوں اس لئے کہ ان میں غداری اور بے وفائی دخل پا چکی تھی۔ خیانت اور بددیانتی ان کی عادت ہو چکی تھی۔ اب ان مسلمانوں کو دیکھو۔ جو عیسائی سلطنتوں کے ماتحت ہیں۔ ان کے وہ اخلاق مٹ چکے ہیں جو ایک مومن کی شان کے شایاں ہیں۔ ان میں طرح طرح کی خرابیاں اور کمزوریاں پیدا ہو چکی ہیں۔ پس وہ اگر یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم پر چونکہ ایک غیر قوم حکمران ہے۔ اس لئے ہم اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ تو یہ ان کا محض بہانہ ہے۔ اگر ان کو کسی ایسے مسلمان بادشاہ کے ماتحت بھی کر دیا جائے۔ جو بڑا ہی نیک اور عادل ہو۔ تو بھی وہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو بالائے طاق رکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی عذر گھڑ ہی لیں گے ؛

فتوے کفر کی ارزانی

ان کے لئے کفر کا فتوی لگانا کوئی مشکل بات نہیں، بلکہ بہت معمولی ہے۔ بادشاہ سے غداری کرنے کے لئے کئی بہانے بنا سکتے تھے۔ اگر اس نے آمین اونچی کہی۔ یا ناف کے نیچے ہاتھ باندھے۔ تو بڑی آسانی سے اسپر یہ فتوے لگ جائے گا۔ کہ یہ منکم میں رہا ہی نہیں۔ ہندوستان میں ایک مولوی صاحب ہیں۔ وہ اسطرح فتوے دیا کرتے ہیں۔ کہ فلاں نے فلاں بات ایسی کی ہے جو حدیث کے خلاف ہے۔ اور جب حدیث کے خلاف ہے۔ تو قرآن کے خلاف ہوئی۔ اور جب قرآن کے خلاف ہوئی۔ تو خدا تعالےٰ کے خلاف ہوئی۔ اس لئے یہ شخص کافر ہوا۔ اور جب کافر ہوا۔ تو اس کی بیوی بیوی نہ رہی۔ مومن اور کافر کا نکاح نہیں رہ سکتا۔ اس لئے نکاح فسخ ہو گیا۔ اور جب نکاح فسخ ہو گیا۔ تو جو اس کی اولاد ہوئی۔ وہ ولدالزنا ہوئی۔ ایسے مولویوں کے ہوتے ہوئے کوئی بھی بادشاہ ہو۔ اس پر کفر کا فتوے لگانا کونسا مشکل ہے۔ اور جب اس پر کفر کا فتوی لگ گیا۔ تو وہ منکم میں سے ہی نہ رہا۔ اور جب منکم میں سے نہ رہا۔ تو اس کی اطاعت بھی جائز نہ رہی ؛

اس کی وجہ

دراصل یہ ایک گند ہے۔ اور غداری کا اصل باعث یہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں ایمان نہیں رہا۔ ایسے ہی لوگ۔ فتوے دیتے ہیں۔ کہ عیسائی ہم میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی اطاعت جائز نہیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے معاہدے کئے۔ اور بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کرنے کے باوجود ان کو پورا کیا۔ اگر کفار سے عہد کرکے پورا کرنا جائز نہیں۔ اگر کفار سے بدعہدی اور عہد شکنی کرنا روا ہے۔ تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں ایفائے عہد کئے۔ اور کیوں نہ آپنے ان عہدوں کو کالعدم قرار دے دیا ؛

بدعہدی کسی سے بھی جائز نہیں

لیکن یہ غلط ہے۔ اور بالکل غلط ہے۔ کہ کفار سے بدعہدی کرنا جائز ہے۔ اسے جائز قرار دینے والوں کی طرف سے سب سے بڑی دلیل جو پیش کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس آیت میں جو مینے پڑھی ہے۔ لفظ اولی الامر منکم

آیا ہے۔ پھر منکم کے سوا اور کسی کی اطاعت کسطرح جائز ہو سکتی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ صرف یہی آیت اس بات کے لئے بطور دلیل کے پیش نہیں کی جاتی۔ کہ مسلمانوں کو کسی غیر قوم کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ بلکہ اور بھی دلائل ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالے فرماتا ہے۔ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ کہ اللہ کی راہ میں تمہارا جھگڑا انہیں لوگوں سے ہونا چاہیئے۔ جو تم سے لڑتے ہوں۔ اور وہ جو تمہارے امن کا باعث ہوں۔ تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچائیں۔ بلکہ سکھ کا موجب ہوں تمہارے مال واموال کی حفاظت کریں۔ ان سے کسی طرح جنگ نہیں کرنا چاہیئے۔ تو قتال کا حکم انہیں سے ہے۔ جو ہم سے لڑیں۔ اور جو لڑائی نہیں کرتے۔ بلکہ آرام و آسائش کا باعث بنتے ہیں۔ اور ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ ان سے قتال جائز نہیں ✦

گورنمنٹ کی رعایا پروری

دیکھو۔ طاعون پڑتی ہے۔ تو یہ گورنمنٹ اس کے دور کرنے کی کتنی کوشش کرتی ہے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ طاعون چونکہ خدا تعالے کی طرف سے ایک عذاب ہے۔ اس لئے اس کے دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ گورنمنٹ نے اس کے انسداد کی کم کوشش نہیں کی۔ کتنے ہی ڈاکٹر صرف اس کام کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح علوم اور فنون کے پھیلانے میں گورنمنٹ نے خاص کوشش کی ہے بعض نادان کہتے ہیں۔ کہ ایسا کرنا گورنمنٹ کا فرض تھا۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی سلطنت کے آخری زمانہ میں کیا مسلمان بادشاہوں کو ایسے فرائض معاف ہو گئے تھے۔ وہ رعایا سے ٹیکس وصول کرتے تھے۔ لیکن رعایا کے لئے کیا کرتے تھے اس میں شک نہیں۔ ابتدائی بادشاہ رعایا کے آرام و آسائش کا بہت خیال رکھتے تھے۔ لیکن بعد میں آنے والوں کی حالت کو دیکھو۔ اور اس زمانہ سے ان کا مقابلہ کرو۔ اس وقت ہزاروں قسم کے علوم سکھلائے جاتے ہیں۔ پھر علم اسقدر مٹ چکا تھا۔ کہ اگر گورنمنٹ چاہتی۔ تو ایک مدرسہ بھی نہ کھولتی۔ اور آج لوگ اسی طرح جاہل اور بے علم ہوتے جس طرح ہو چکے تھے۔ مسجدوں میں کنز اور قدوری بیٹھے پڑھتے ہوئے کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا۔ کہ امریکہ بھی کچھ ہے۔ اور یہ کوئی جانتا ہی نہ۔ کہ کوہ کاف کس کو کہتے ہیں۔ اس کی کسی کو خبر ہی نہ ہوتی۔ کہ زمین گول ہے۔ یا چپٹی۔ لیکن گورنمنٹ نے لاکھوں روپے خرچ کر کے جاہلوں کو عالم بنا دیا۔ تعلیمی مصارف کا اندازہ لگانے کے لئے یہی دیکھ لو۔ کہ ایک دفعہ تاجپوشی کے موقعہ پر پچاس لاکھ روپیہ اس غرض کے لئے دیا گیا ✦

فرائض کی بجاآوری بھی بہت بڑی خوبی ہے

یہ درست ہے۔ کہ ایسا کرنا گورنمنٹ کا فرض ہے لیکن اپنے فرائض کو سمجھنا اور پھر ادا کرنا بھی ہر ایک کا کام نہیں ہے اور جو اپنے فرض پوری طرح ادا کرتا ہے۔ وہ کوئی کم شکریہ کا مستحق نہیں ہوتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اگر ایک داروغہ مال کو دیانتداری کے ساتھ تقسیم کرتا ہے۔ تو وہ بھی اتنے ہی ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ جتنے کا مال دینے والا۔ دیکھو کتنے ایسے انسان ہیں۔ جو اپنے کام کے عوض معقول تنخواہیں لیتے ہیں۔ مگر جب تک کچھ لے نہ لیں۔ اپنے فرض کو ادا نہیں کرتے ✦

فرائض کی بجاآوری صلاحیت کی علامت ہے

بے شک گورنمنٹ کا فرض منصبی ہے کہ رعایا کے آرام کا خیال رکھے۔ اسے علم سے بہرہ ور کرے۔ اور اس کے جان و مال کی حفاظت کرے۔ لیکن اگر اس میں (خدانخواستہ) اصلاح اور نیکی نہ ہوتی۔ تو وہ کر سکتی تھی۔ کہ مسلمانوں کو جاہل اور بے علم ہی رہنے دیتی اسی ہندوستان میں پرتگیزوں کا علاقہ ہے وہاں کے لوگوں کو انھوں نے تلوار کے ذریعہ عیسائی کر لیا۔ وہاں اب تک کئی مسجدیں موجود ہیں۔ لیکن کوئی انہیں کھول نہیں سکتا۔ اب بعض بعض جگہ کھلوائی گئی ہیں۔ اور وہ بھی گورنمنٹ انگریزی کے طفیل۔ کیا یہ گورنمنٹ اس طرح نہیں کر سکتی تھی۔ اسکا نتیجہ خواہ کچھ ہی ہوتا۔ لیکن کیا دنیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ جن کی طبیعتوں میں شر اور فساد ہوتا ہے۔ وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ اور نیکی اور حسن سلوک وہی کرتے ہیں جو نیکی کو پسند کرتے اور فطرت نیک رکھتے ہیں۔ ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ جو اس خیال سے نیکی کرتے ہیں۔ کہ اس کا نتیجہ اچھا ہوگا۔ یا برائی سے اسلئے بچتے ہیں۔ کہ اسکا نتیجہ برا ہوگا۔ بلکہ جیسی ان کی طبیعت ہوتی ہے۔ ویسا ہی کام کرتے ہیں۔ گورنمنٹ جو احسان اور نیکی کرتی ہے۔ تو اسلئے کہ اسکی طبیعت کا رجحان ہی نیکی کیطرف ہے۔ اگر اسکا میلان برائی کیطرف ہوتا۔ تو یہ بھی اسیطرح کرتی جسطرح اور باوجود اس بات کے جاننے کے کہ برائی کا نتیجہ برا ہوا کرتا ہے کرتے ہیں گورنمنٹ کے پاس اس طرح کرنے کیلئے سب کچھ تھا۔ مگر اس نے نہیں کیا۔ اسسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بھلائی اور نیکی کرنے کی طرف فطرتاً مائل ہے۔ اگر گورنمنٹ تجربتہً ہی ایسا کرتی۔ کہ کسی گاؤں یا شہر کی طرف توپ کا منہ کر کے کہتی کہ تم سب کے سب عیسائی ہو جاؤ۔ ورنہ توپ سے اڑا دئے جاؤ گے۔ تو تمام کے تمام یہی کہتے۔ کہ ہم تو پہلے ہی عیسائی ہونے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ لو ہم عیسائی ہو جاتے ہیں مسلمانوں کے پاس ہے ہی کیا۔ لیکن خدا تعالے نے اس گورنمنٹ کو ایسی صلاحیت بخشی ہے۔ کہ اس کی شان ایسی باتوں سے بہت بلند ہے ✦

گورنمنٹ کی اطاعت کیوں فرض ہے۔

ہم جو اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف لوگوں کو بُلاتے ہیں تو دلیل میں یہی آیت پیش نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ کوئی قوم اور کسی مذہب کے لوگ حکمران ہوں۔ ان سے غداری کرنا جائز نہیں۔ آج کل سُورہ توبہ جو میرے درس میں ہے۔ اسمیں اللہ تعالےٰ مومنوں کو فرماتا ہے کہ جن لوگوں سے تم نے عہد کیا ہے۔ اس عہد کو پورا کرو۔ فرمایا:- الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئاً ولم یظاھروا علیکم احداً فاتموا الیھم عھدھم الیٰ مدتھم۔ ان اللہ یحب المتقین۔ مشرکین میں سے وہ لوگ کہ جن کے ساتھ تم نے عہد باندھا۔ پھر انہوں نے اس عہد کو نہ توڑا۔ اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی پس تمہارا فرض ہے کہ تم انکے عہد کو پورا کرو۔ انکی مدت تک اور یاد رکھو کہ اللہ متقیوں سے محبت رکھتا ہے ؂

اس آیت میں خدا تعالےٰ نے عہد کے پورا کرنیوالوں کو متقی قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ایسا کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ یعنی اگر کوئی ایسا نہ کرے۔ تو اس سے خدا محبت نہیں کریگا۔ اور خدا تعالیٰ جو مسلمانوں سے محبت کرتا اور ہر موقعہ پر انکی تائید اور نصرت کرتا ہے تو اسی لئے کہ وہ غداری سے بچتے ہیں۔ اگر وہ اس سے نہ بچیں اور نقض عہد کریں۔ تو خدا کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا ہے ؎

غیروں سے اب لڑائی کے معنی ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محل سزا ہوئے

جب تم نے اپنے دل سے ہی خدا کو نکال دیا۔ تو اس نے بھی تمہیں چھوڑ دیا۔ تو اولی الامر منکم والی آیت کے علاوہ اور بھی قرآن کریم میں بار بار یہی تاکید کیگئی ہے کہ ہر قسم کی غداری سے بچو۔ حتےٰ کہ خدا تعالیٰ نے مؤمنین کی نشانی یہی بتائی ہے کہ والذین ھم لامانٰتھم و عھدھم راعون۔ کہ وہ اپنی امانتوں اور عہدوں کو پُورا کرنیوالے ہوتے ہیں۔ تو مومن بننے کے لیے یہ شرط ہے کہ اپنے عہدوں کو پُورا کرے۔ کوئی کہے کہ مؤمن کے لئے کافر کا عہد پورا کرنا ضروری نہیں۔ میں کہتا ہوں تم مؤمن ہی تب بنو گے۔ جبکہ ہر ایک عہد کو پُورا کرو گے۔ پھر اسکے کیا معنی ہوئے کہ مؤمن کے لئے کافر کا عہد پُورا کرنا ضروری ہی نہیں۔ بلکہ اسوقت تک کوئی مومن ہی نہیں کہلا سکتا۔ جب تک کہ عہد کو پورا نہ کرے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہود کہتے ہیں۔ لیس علینا فی الامیین سبیل۔ کہ یہ مسلمان اُمی ہیں۔ ان کا ہم پر کوئی حق نہیں ہے۔ خواہ ہم انکے مال چھین لیں۔ ان سے بدعہدی کریں ان سے خیانت کریں۔ ان کا سب کچھ ہمارے لئے جائز اور روا ہے۔ لیکن آج مسلمان بھی جنکی نسبت رسول کریم ؐ نے فرمایا تھا کہ یہودی ہو جائینگے۔ یہودیوں کیطرح کہتے ہیں کہ ہم پر بھی کسی کا حق نہیں ہے کہ اس سے عہد کو پُورا کریں ؂

رعایا ہونا گورنمنٹ سے عہد کرنا ہے۔

جو کوئی شخص اس گورنمنٹ کے ملک میں رہتا ہے۔ وہ گویا اس بات کا عہد کرتا ہے کہ میں انکی اطاعت اور فرمانبرداری کروں گا۔ پس جب تک وہ اسکے ماتحت ہو اس کا فرض ہے کہ انکی اطاعت اور فرمانبرداری کرے۔ اور اپنے اس عہد کو پورا کرے۔ اگر وہ دیکھتا ہے کہ مجھ پر ظلم ہوتا ہے مجھ سے انصاف نہیں کیا جاتا تو اُسے چاہیئے کہ اس حکومت سے نکل جائے۔ ہم ایسے شریر اور مفسد لوگوں کو جو گورنمنٹ کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلاتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر تمہارے نزدیک گورنمنٹ ظالم ہے۔ تو اسکے ملک کو چھوڑ دو۔ اور پھر جو تمہارا جی چاہے کرو لیکن چونکہ ایسے لوگ فریبی اور دغاباز ہیں۔ اسلئے وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ اور یونہی جھوٹ پھیلاتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید ان کے ساتھ نہیں ہے۔ اور یہ دن بدن ذلیل اور رسوا ہو رہے ہیں ؂

غرض اس آیت کو اگر نہ بھی لیا جائے تو بھی کفار سے امانتوں اور عہدوں کی پابندی کرنے کا حکم موجود ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کافر سے بھی بدعہدی کرنے کا حکم نہیں ہے ؂

صُلح حدیبیہ کا واقعہ

صلح حدیبیہ میں کفار سے ایک یہ بھی شرط ہوئی تھی۔ کہ اگر تمہارا آدمی ہم میں آملے تو ہم اُسے تمہیں واپس لوٹا دینگے۔ اور اگر ہمارا آدمی تم میں جا ملے تو تم اُسے اپنے پاس رکھ سکو گے۔ عہد میں یہ شرط لکھی جا چکی تھی۔ اور ابھی دستخط نہیں ہوئے تھے۔ کہ ایک شخص ابوجندل نام جسے لوہے کی زنجیروں سے جکڑ کر رکھا جاتا۔ اور جو بہت کچھ دُکھ اُٹھا چکا تھا۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور آکر اپنی حالت زار بیان کی۔ اور عرض کیا کہ یا رسُول اللہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔ یہ لوگ میرے مسلمان ہونے کی وجہ سے مجھے سخت تکلیف دیتے ہیں۔ صحابہ نے بھی کہا یا رسول اللہ اسے ساتھ لے چلنا چاہیئے۔ یہ کفار کے ہاتھوں بہت دُکھ اُٹھا چکا ہے لیکن اسکے باپ نے آکر کہا کہ اگر آپ اسے اپنے ساتھ لیجائینگے۔ تو یہ غداری ہوگی۔ صحابہ نے کہا کہ ابھی عہد نامہ پر دستخط نہیں ہوئے۔ اس نے کہا۔ لکھا تو جا چکا ہے۔ دستخط نہیں ہوئے تو کیا ہوا۔ اسپر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسے واپس کر دو۔ ہم عہد نامہ کے رو سے اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔ صحابہ اس بات پر بہت تلملائے۔ لیکن آپ نے واپس ہی کر دیا۔ اور وہ اُسے لے گئے۔ لیکن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے۔ تو پھر وہ چھوٹ کر آپ کے پاس چلا آیا۔ اسکے پیچھے ہی دو آدمی اسکے لینے کے لئے آ گئے۔ انہوں نے آکر رسول اللہ صلعم کو کہا کہ آپ نے عہد کیا ہُوا ہے کہ ہمارے آدمی کو آپ واپس کر دینگے۔ آپ نے کہا کہ ہاں عہد ہے۔ اسے لیجاؤ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ یہ لوگ مجھے بہت دکھ دیتے اور تنگ کرتے ہیں۔ آپ مجھے انکے ساتھ نہ بھیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ میں غداری نہ کروں۔ اسلئے تم انکے ساتھ چلے جاؤ۔ وہ چلا گیا۔ اور راستے میں جاکر ایک کو قتل کر کے پھر بھاگ آیا اور آکر کہا کہ یا رسُول اللہ صلعم آپ کا ان سے جو عہد تھا وہ تو آپ نے پُورا کر دیا۔ لیکن میرا تو ان سے عہد نہ تھا کہ میں انکے ساتھ جاؤں گا۔ اسلئے میں پھر آگیا ہوں۔ دوسرا شخص پھر اسکے لینے کے لئے آگیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تمہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔ آپ نے پھر اسے بھیجدیا۔ لیکن وہ اکیلا آدمی اُسے نہ لے جا سکا۔ اسلئے وہ رہ گیا۔ مگر رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بار بار یہی کہا کہ میں جو عہد کر چکا ہوں۔ اسکے خلاف نہیں کرونگا۔ تو آپ نے باوجود

کافروں سے عہد کرنے کے اور ایک مسلمان کے سخت مصیبت میں مبتلا ہونے کے اُسے پورا کیا ؛

ایفائے عہد ضروری ہے

انگریز اگر کافر ہیں تو وہ مشرک تھے۔ جن کی بیٹیاں لینی بھی جائز نہیں۔ لیکن عیسائیوں کے متعلق تو خدا تعالےٰ نے فرمادیا ہے کہ ولتجدن اقربھم مودۃ اللذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ۔ یہ مودت میں تمہارے بہت قریب ہیں۔ پس جب تک مشرکین سے جو نہ قیامت کے قائل ہیں۔ نہ کوئی کتاب رکھتے ہیں۔ اور نہ کسی نبی کو مانتے ہیں۔ ان سے کئے ہوئے عہد کو توڑنا کیونکر جائز اور روا ہو سکتا ہے۔ جو اہل کتاب ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ ہمنے تو اس سے کوئی عہد نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں۔ گورنمنٹ اسے اپنی رعایا سمجھ کر بہت سے فوائد پہنچاتی ہے۔ اگر وہ اسکی رعایا نہ ہو۔ تو کبھی اس سے ایسا سلوک نہ کرے۔ اور پھر وہ اپنے آپ کو رعایا ظاہر بھی کرتا ہے۔ اسطرح گویا وہ اسبات کا عہد کرتا ہے۔ کہ میں گورنمنٹ کی اطاعت اور فرمانبرداری کروں گا۔ ہاں اگر کوئی یہ اعلان کردے کہ میں گورنمنٹ کی رعایا نہیں۔ تو پھر اور بات ہے۔ لیکن جو اپنے آپ کو رعایا ظاہر کرتے ہوئے اس عہد کو توڑتا ہے۔ وہ غداری کرتا ہے۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت ایک عیسائی حکومت کے ماتحت جاکر رہے ہیں اگر کافر کے ماتحت رہنا جائز نہ ہوتا۔ اور اسکی اطاعت فرض نہ ہوتی۔ تو مسلمان وہاں کیوں رہے۔ لیکن اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مذہب حکومت کی اطاعت کرنا جائز ہی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے ؛

اولی الامر منکم کے غلط معنے

اب میں اس آیت کو لیتا ہوں جس سے بھی ان مفسد لوگوں کی بات نہیں بنتی۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اگر یہاں اولی الامر منکم کے وہی معنی لئے جائیں۔ جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ تو قرآن کریم کی دوسری آیات کے معنی کرنے میں بہت مشکل پیش آئیگی۔ سورہ زمر میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب قیامت کے دن کفار دوزخ میں ڈالے جائینگے۔ تو دوزخ کا داروغہ انہیں کہیگا۔ کہ الم یاتکم رسل منکم۔ اگر اولی الامر منکم کے یہی معنی ہیں۔ کہ مسلمانوں میں سے ہی اولی الامر ہونا چاہیئے نہ کہ کوئی اور۔ تو یہاں یہ معنی کرنے پڑینگے۔ کہ کفار کو کہا جائیگا۔ کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی یعنے کافر رسول نہیں بھیجے گئے تھے۔ اور اسطرح یہ ماننا پڑیگا۔ کہ نعوذباللہ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسےٰ وغیرہ انبیاء کافر تھے لیکن کیا کوئی عقلمند یہ معنی کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں اس سے پتہ لگتا ہے۔ جو کسی کی طرف بھیجا جائے اسے بھی منکم کہتے ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں۔ کہ صرف ہم مذہب ہی کو منکم کہیں۔ کیونکہ اگر یہ معنی کئے جائیں۔ تو یہ بھی ماننا ہو گا کہ نبی کفار کے ہم مذہب تھے۔ کیونکہ کافروں کو مخاطب کرکے نبیوں کی نسبت کہا ہے۔ کہ وہ منکم تھے۔ لیکن یہ معنی کوئی نہیں کرتا۔ پھر ادھر قرآن کریم غداری اور بیوفائی سے بڑے زور کے ساتھ روکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ منکم سے مراد یہ نہیں کہ مسلمان ہی اولی الامر ہو ؛

کیا منکم سے مراد ہم قوم ہو سکتا ہے

اب اگر کوئی کہے کہ یہاں منکم سے مراد ہم قوم ہے۔ اور چونکہ وہ نبی جنکی طرف آتے رہے ہیں اُنکے ہم قوم تھے۔ اسلئے انکی نسبت منکم کا لفظ استعمال کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہرحال یہ تو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ منکم کے معنے ہم مذہب ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ اور معنی بھی ہوتے ہیں۔ اور پھر اس آیت میں تو ہم قوم کے معنی بھی چسپاں نہیں ہو سکتے کیونکہ ان معنوں کی تردید تو خود مسلمان ہی کر رہے ہیں کیونکہ شریف مکہ کے آزاد ہونے پر کہتے ہیں۔ کہ اس نے بغاوت اور سرکشی کی ہے۔ اگر منکم سے مراد ہم قوم لئے جائیں۔ تو شریف پر کسی طرح بھی کوئی الزام نہیں کیونکہ وہ قریشی النسب ہیں۔ اسلئے انکے لئے یہ جائز ہی نہیں تھا کہ ترکوں کے ماتحت جو ایک غیر قوم ہے رہتے۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے۔ بالکل جائز اور درست کیا ہے۔ پھر ان معنوں کے لحاظ سے یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ مدینہ والوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنی جایز نہ تھی۔ کیونکہ آپ ان کے ہم قوم نہ تھے جسکو کوئی تسلیم نہیں کرتا۔ اس لئے یہ بات بھی غلط ہو گئی۔ کہ ہم قوم ہی اولی الامر ہو۔ تو اسکی اطاعت کرنی چاہیئے اگر ایسا ہو تو چاہیئے کہ مغل مغل کی اطاعت کریں۔ راجپوت راجپوت کی۔ اسی طرح تمام قومیں اپنی اپنی قوم کے حاکم کی اور اگر اپنی قوم کا حاکم نہ ہو تو پھر وہ بغاوت کردیں۔ پھر ہر قوم میں کئی ذاتیں ہوتی ہیں۔ ہر ایک ذات والا کہیگا کہ میں تو اپنی ہی ذات کے حاکم کی اطاعت کرونگا۔ دوسرے کی کرنا میرا فرض نہیں۔ اور نہ ہی جائز ہے۔ اس طرح تو کوئی حکومت دنیا میں رہ ہی نہیں سکتی۔ اور نہ کوئی حکمران حکومت کر سکتا ہے۔ اسلئے منکم کے معنے ہم قوم بھی نہیں ہو سکے ؛

منکم کے صحیح معنی

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ پھر منکم کے معنے کیا ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ منکم کے معنے اسجگہ تم پر کے ہیں۔ اور اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان احکام کی اطاعت کرو جو تم پر حاکم ہیں۔ اور جسطرح رسل منکم والی آیت میں منکم کا ترجمہ ہم مذہب کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہم قوم۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور آپ ساری دُنیا کے ہم قوم نہیں کہلا سکتے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی یہ ترجمہ جایز نہیں۔ بلکہ اس جگہ اور ترجمہ کرنا پڑیگا۔ جو قرآن کریم کے دوسرے احکام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو۔ اور وہ یہی ترجمہ ہے۔ کہ ان حکام کی اطاعت کرو جو تم پر حاکم ہیں۔ اور لغت ان معنوں کی تائید کرتی ہے۔ اور من کے معنے عربی زبان میں کبھی فی اور کبھی علےٰ کے بھی آتے ہیں۔ پس منکم کے یہ معنے ہوئے۔ کہ تم میں یا تم پر جسکو ہم نے اولی الامر بنا کر بھیجا۔ اسکی اطاعت کرو۔ اور اس لفظ کے بڑھانے میں یہ حکمت تھی۔ کہ اگر صرف اولی الامر ہی ہوتا۔ تو یہ مشکل پڑتی۔ کہ کونسے اولی الامر کی اطاعت کیجائے۔ کیا اگر کسی دوسرے ملک کا بادشاہ کوئی حکم دے۔ تو اسے بھی ماننا چاہیئے۔ اس مشکل کو دُور کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے منکم فرمادیا کہ جو تم پر حاکم ہو۔ اُسکی اطاعت کرنی تمہارا فرض ہے۔ یہ ایک ایسی پُرامن تعلیم ہے۔ کہ اس پر عمل کرنے سے تمام فتنے مٹ سکتے ہیں۔ فتنہ اور فساد کا باعث یہی ہوتا ہے۔ کہ اپنے حاکم کی نافرمانی کی جاتی ہے یا غیر حاکم کی فرمانبرداری

کھیجاتی ہے ۔اسلئے فرمایا کہ اے مومنو! تم پر اللہ اور اسکے رسول کی اور اسکی جو تم پر حاکم ہو یا جو تم میں اولی الامر ہو۔ اطاعت فرض ہے ۔ اس میں یہ بات بھی بتادی کہ دنیا کے ہر ایک اولی الامر کی اطاعت فرض نہیں ۔ بلکہ اسکی جسکے ماتحت تم ہو ۔ اور جو تم پر حکومت کرتا ہو ۔ ہاں اگر کسی اور کے علاقہ میں چلے جاؤ ۔ تو پھر اسکی اطاعت کرنا تمہارا فرض ہوگا ۔ یہ ایسی امن کی تعلیم ہے ۔ کہ اگر مسلمان اسپر عمل کرتے ۔ تو بڑی عزت اور رتبہ کے مالک ہوتے لیکن انہوں نے اسکے معنی بدلکر اپنے لئے ذلت اور رسوائی خرید لی ۔

ایک اور اعتراض کا جواب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ۔ اگر تمہارا کسی بات میں تنازع ہو جائے ۔ تو اُسے اللہ اور رسول کی طرف پھیردو ۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہو ۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے ۔ کہ اولی الامر مسلمان ہی ہوتا ہے ۔ کیونکہ حکم ہے ۔ کہ اگر تمہارا آپس میں جھگڑا ہو جائے ۔ تو اللہ اور اسکے رسول کیطرف لوٹا دو ۔ اس سے پتہ لگا کہ یہاں اولی الامر سے مراد مسلمان حاکم ہیں ۔ کیونکہ اگر مسلمان حاکم ہوگا ۔ تب ہی تو وہ اللہ اور اسکے رسول کے فیصلہ کو قبول کریگا ۔ لیکن یہ اعتراض درست نہیں ۔ کیونکہ ہم ہی نہیں بلکہ پچھلے مفسرین بھی اسکے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر تمہارا حاکموں سے جھگڑا ہو جائے ۔ تب ایسا کرو ۔ بلکہ یہ آپس کے جھگڑوں کے متعلق ہے کہ اگر تمہارا آپس میں جھگڑا ہو جائے ۔ تو اس کا فیصلہ اللہ اور اسکے رسول کے حکم کے ماتحت کرو ۔ یہ ایک الگ بات ہے ۔ پہلے خدا تعالیٰ نے حکام سے تعلق رکھنے اور انکی اطاعت کرنے کے متعلق فرمایا ہے ۔ اور پھر آپس کے تعلقات کے متعلق حکم دیا ہے ۔ وہ لوگ جنکی اتباع کا مسلمان دعوےٰ کرتے ہیں وہ بھی اسکے یہی معنی کرتے آئے ہیں ۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم والی بھوپال نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کے یہ معنے کرنے کہ اے رعایا اگر تیرا حکام سے جھگڑا ہو جائے ۔ تو پھر اس اس طرح کرو درست نہیں ۔ اور اکثر اشخاص نے ان معنوں کو باطل قرار دیا ہے ۔

پس اگر اسی آیت کو لیا جائے ۔ تب بھی اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ اس میں کسی خاص مذہب یا قوم کے حکام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ۔ بلکہ یہ تعلیم عام ہے ۔ اور جب عام ہے ۔ تو کسی شخص کا حق نہیں کہ اپنے خیال سے اسے خاص کرے ۔ اور یہ شرط لگادے کہ مسلمان حاکم ہو تو اسکی اطاعت فرض ہے ۔ ورنہ نہیں ۔ آیت میں مسلمان غیر مسلمان کا کوئی ذکر نہیں ۔ پس جس مذہب یا جس قوم کا بھی حاکم ہو ۔ اسکی اطاعت اس حکم کے ماتحت ہر ایک مسلمان پر فرض ہے ۔

اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ وہ لوگوں کے دلوں سے ایسے گندے خیالات نکالے ۔ کیونکہ اسلام کی ترقی کے وہی دن ہونگے ۔ جبکہ لوگوں کے دلوں سے ایسے خیالات نکل جائینگے ۔ خدا تعالےٰ مسلمانوں کو فرماتا ہے ۔ شھدآء علی الناس ۔ اسوقت شہداء علی الناس احمدی جماعت ہی ہے ۔ اسلئے اس کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کے ایسے خیالات کی اصلاح کرے ۔ اور انہیں سمجھائے جو قرآن کریم کی اتباع کا دعوےٰ کرتے ہیں ۔ انہیں قرآن کریم سے سمجھائے ۔ جو نہیں ۔ انہیں اپنے عمل اور عقل سے بتائے ۔ اور انہیں اپنی طرح گورنمنٹ کا مطیع اور فرمانبردار بنائے ۔ خدا تعالےٰ ہماری جماعت کو اس بات کی توفیق دے ۔ پھر دوسرے مدعیان اسلام کو بھی توفیق دے کہ وہ خدا تعالیٰ ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کو بدنام کرنے والی تعلیم سے بچیں ۔ اور سچی تعلیم پر عمل کریں ؟

قبولیت دُعا کا دروازہ کُھل گیا

ان طریقوں کے ذریعہ جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں ۔ خود اسپر عمل کرکے اپنی دُعاؤں کی قبولیت کا مزا اُٹھائیے ۔ اور دوسروں تک اس نعمت غیر مترقبہ کو پہنچا کر ثواب عظیم حاصل کیجئے ۔ قیمت فی رسالہ ۲ / ۔ ایک روپیہ کے سات عدد ۔

ملنے کا پتہ :- مینجر احمدیہ بک ڈپو قادیان

فہرست نومبایعین

محمد اسحٰق صاحب	میرٹھ	اہلیہ امام الدین صاحب	سیالکوٹ
فتح محمد صاحب	پٹیالہ	فیض علیخان صاحب	ہزارہ
محمد یوسف صاحب	"	خیر اللہ صاحب	"
حشمت اللہ صاحب	"	عبد الرحمٰن صاحب	"
اہلیہ فضل کریم صاحب	امرتسر	محمود صاحب	"
نور الدین صاحب	سیالکوٹ	محمد اصغر علی صاحب	انبالہ
اہلیہ مستری عطاء اللہ صاحب	لاہور	مرزا حمید الدین صاحب	بہاولپور
اہلیہ عبد العلی صاحب	گوردا سپور		

نور کے ناظرین کو ضروری اطلاع

جیسا کہ نور کے خریداروں کو پہلے اطلاع دیگئی تھی ۔ ۳ ر اکتوبر کا پرچہ ڈبل تھا ۔ جسمیں نواں شہر میں سکھوں کے ساتھ مباحثہ کے کل حالات درج ہیں ۔ اور اس میں خاکسار ایڈیٹر نور کے پرچوں اور سکھ مناظر کے پرچوں کو تمام احتیاط مع ہر سہ پریزیڈنٹوں کے دستخطوں کے درج کیا گیا ہے جسکے مطالعہ سے ایک متعصب سے متعصب انسان بھی پکار اُٹھیگا ۔ کہ حضرت باوا نانک راسخ الاعتقاد مومن تھے ۔ میں پرچہ کو ترتیب دے رہا تھا کہ اسی اثناء میں میری بیوی نے سفر آخرت اختیار کیا ۔ اور اسی وجہ سے پرچہ میں چار پانچ روز کی تاخیر ہوگئی ۔ پرچہ چھپ رہا ہے ۔ امید کہ انشاء اللہ ایک دو روز میں ہی ناظرین تک پہنچ جائیگا ۔ جن لوگوں کا سال ختم ہے انکے نام یہ پرچہ وی پی ہوگا ۔ امید کہ ناظرین کرام وی پی وصول فرماکر دعا اور شکریہ کا موقع دینگے ۔

خاکسار محمد یوسف ایڈیٹر نور قادیان

فروخت زمین

حضرت مسیح موعود کے مسکن مبارک کے قریب متصل مہمانخانہ تین ٹکڑے زمین برائے فروخت موجود ہیں ۔ ان اصحاب کے لئے جو مسکن مبارک کے قرب میں جگہ حاصل کرنیکے لئے دل میں دیرینہ تڑپ رکھتے ہیں بہت عمدہ اور بے نظیر موقعہ ہے

ٹکڑہ نمبر ۱	یک کنال	قیمت	سما للعہ
ٹکڑہ نمبر ۲	دس مرلہ	"	۴۰۰
ٹکڑہ نمبر ۳	گیارہ مرلہ	"	اسا للعہ